بڑے معاملے اِدھر یا اُدھر طے کر دیتی ہے۔ ہمارا ایک خیال و احساس ہمارے لیے ہدایت اور نیکی کے دروازے کھول سکتا ہے۔ اور ہمارا ایک حیوانی جذبہ اور ہماری ایک بہیمانہ خواہش ہمیں جہنم کے راستے پر دھکیل سکتی ہے۔

چھوٹے اجر اور بڑے اجر، یا تھوڑی سزا یا بہت سزا کے معاملے اس دنیا میں بیٹھ کر طے کرنا، جہاں ساری بڑی حقیقتیں پردۂ غیب کے پیچھے ہیں، محال ہے۔ یہ مسئلہ بڑی تفصیل چاہتا ہے۔ مگر مجبوراً میں اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔

میرا مدعا یہ ہے کہ اجتہادیوں کو بچاتے بچاتے ہمارے اچھے لوگ کہیں خود بعض حقائقِ دینیہ سے دُور نہ جا پڑیں، یا خود بچ بھی جائیں تو اپنے قارئین کو غلط فکری میں مبتلا کر جائیں۔

متاعِ آخرِ شب | مجموعہ کلام جناب حفیظ میرٹھی۔ ناشر: الکتاب، حیدر آباد۔ ملنے کے کئی پتوں میں سے ایک: مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۱۰۰۰۶ - (بھارت) قیمت: ۴۰/ روپے

خدا پرستوں کے جس نئے قافلۂ ادب کے لیے آج سے تقریباً آدھی صدی پہلے کچھ لوگ راستہ بنا رہے تھے، اس کا ایک جنوں کیش راہی حفیظ میرٹھی، کڑی دھوپ اور گھور اندھیروں اور کڑکتی بجلیوں میں کانٹوں کو روندتا ہوا مسلسل بڑھ رہا ہے —— کیا معلوم وہ کہاں پہنچے گا۔

اس کے پھوٹتے چھالوں سے جو پھول کھلتے رہے انہیں وہ شعر کے نظر افروز پیرائے میں ہمارے سامنے لایا ہے۔ زندگی کے متعلق ایک نقطۂ نظر رکھتے ہوئے، شدید تہذیبی اور فکری تصادموں سے گزرتے ہوئے، ذاتی احساسات اور تحریکی جذبات کو ہم آہنگ کرتے ہوئے اس نے جو جلوآموز مجموعہ کلام ہمارے سامنے رکھا ہے وہ گراں بہا بھی ہے اور نادر بھی —— اور فنی سامراج کے جادُو سے بچتے ہوئے تمام لوگ بڑے فخر سے اسے دوسروں کے سامنے اس حیثیت سے پیش کر سکتے ہیں کہ یہ ہمارے ہی نالۂ ہائے کرب کی صدائے بازگشت ہے —— ہم جو صدیوں پہلے بھی یہی سفرِ کرب طے کر رہے تھے، آج بھی اور صدیوں بعد بھی ہمارا راستہ یہی ہوگا لیکن

ان خارزاروں کی جگہ خیابان اور شبستاں نمودار ہو چکے ہوں گے۔

چند شعر:-

گھبرا کے مسلمان یہ کیا ڈھونڈ رہا ہے ۔۔۔ کیا چھوٹ گیا ہاتھ سے دامانِ محمدؐ (نعت)

تُلے ہیں قتل پہ پھولوں میں تولنے والے ۔۔۔ اک ایسا بول ہیں جھوٹوں کے درمیاں لولا

موجِ صبا سے تراشا ہوا اندازِ خرام ۔۔۔ آپ چلتے ہیں کہ چلتی ہے صبا پانی پہ

میدانِ کارزار میں آئے وہ قوم کیا ۔۔۔ جس کا جوان آئینہ خانے میں رہ گیا

بازارِ زندگی سے قضا لے گئی مجھے ۔۔۔ یہ دور میرے دام لگانے میں رہ گیا

درد پر تبصرہ تو بہت ہو چکا ۔۔۔ درد کو آپ محسوس بھی کیجئے

نہ ہوں حیران میرے قہقہوں پر مہرباں میرے ۔۔۔ فقط فریاد کا معیار اونچا کر لیا میں نے

سنائی پھر نہیں دیتی ضمیر کی آواز ۔۔۔ دلوں پہ جب سروساماں سوار ہوتے ہیں

سمجھ رہا تھا کہ محفوظ اپنے گھر میں ہوں ۔۔۔ مگر یہ گھر نے بتایا کہ میں محصور ہیں ہوں

ہو گئے لوگ اپاہج بھی کہتے کہتے ۔۔۔ ابھی چلتے ہیں، ذرا راہ تو ہموار بنے

جُدا ہے سارے زمانے سے اپنے فن کا مزاج ۔۔۔ نہ کوہ کن سے ملا اور نہ تیشہ گر سے ملا